نظم نمبر: 5

پیامِ لطیف

● مصنف: شیخ ایاز، مترجم ● صنف: نظم ● ماخذ: شاہ جو رسالو

حالات زندگی:

شاہ عبد اللطیف بھٹائی ۱۸ نومبر ۱۶۸۹ء کو۔ صوبہ سندھ کے ضلع شیاری کے علاقے بالہ میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد سید شاہ حبیب کا شمار اپنے علاقے کی بزرگ شخصیات میں ہوتا تھا۔ شاہ عبد اللطیف بھٹائی نے روحانی ماحول میں پرورش پائی اور خود بھی ایسی ہی ایک عظیم روحانی شخصیت ہے۔ اپنے آباؤ اجداد کی پیروی ہی میں شاہ لطیف نے سندھ کی دھرتی کو اپنے سندھی کلام سے محبت، امن، رواداری اور بھائی چارے کا گہوارہ بنانے کی تعلیم دی۔

علمی وادبی خدمات:

آپ کا کلام حقیقت و معرفت الٰہی کی تعلیم تھی جو یقیناً انسان کو انسانیت کے اعلیٰ مقام و مرتبے پر لا کھڑا کرتی ہے۔ آپ کا آباد کر دو ریت کا ٹیلہ "بھٹ" دنیا میں بھٹ شاہ کے نام سے مشہور ہوا اسی نسبت سے آپ رحمتہ اللہ علیہ بھی بھٹائی مشہور ہوئے۔ دنیا میں بے شمار لوگوں نے شاہ لطیف کی شاعری کے اسرار و رموز جاننے اور اس سے لطف اندوز ہونے کے لیے سندھی زبان سیکھی۔ آپ کے مریدوں کی تعداد ہزاروں میں تھی۔

تصانیف:

آپ کی شاعری کا مجموعہ "شاہ جو رسالو" کے نام سے شائع ہوا جس کا منظوم ترجمہ شیخ مبارک علی ایاز المعروف شیخ ایاز (۱۹۲۳ء۔۱۹۹۷ء) نے کیا۔ شیخ ایاز خود بھی سندھی زبان کے اسکالر اور بڑے شاعر ہیں۔ "شاہ جو رسالو" یعنی " شاہ کا رسالہ" کے مختلف حصے ہیں جن میں سے ہر حصے کو "سر" کہا جاتا ہے۔ سر کلیان" سے سر بلاول یک "شاہ جو رسالو" اٹھائیس حصوں پر مشتمل ہے۔

مشکل الفاظ معانی:

الفاظ	معانی	الفاظ	معانی
بے اعتدالیوں	حد سے بڑھ جانا، نافرمانیاں	نحیف و نازار	کمزور اور بے بس
خود سر	مغرور	چارہ گری	امداد ، علاج
چارہ گر	معالج	دوا	دوائی
چارہ ساز	مدد گار ، ہمدرد	آزاد	تکلیف
پرہیز	احتیاط ، اجتناب	راس	پسند ، ٹھیک
قرب	قریب	فطرت بیمار	بیماری کا عالم
چارہ درد	دکھ ، تکلیف ، رنج	بے اثر	بے کار ، اثر نہ ہونا
مسیحائی	زندگی دینا، بیمار سے ہمدردی کرنا	قدیم	ازلی ،جس کی ابتدا نہ ہو، ہمیشہ
وابستہ	جڑا ہوا	آسرا	سہارا
رب	پالنے والا	کریم	کرم کرنے والا
توصیف	تعریف	علیم	جاننے والا
شش جہات	چھ سمتیں	رازق	رزق عطا کرنے والا
رحیم	رحم کرنے والا	کامل ایمان	مکمل ایمان،
مرتبہ	رتبہ	فوقیت	فضیلت ، برتری
ہستی	ذات	قادر	قدرت رکھنے والا
وحدہ لاشریک	وہ اکیلا ہے اس کا کوئی شریک نہیں	گردانا	سمجھ لینا،مان لینا

سنگریزوں	چھوٹے چھوٹے پتھر	دامن	گود، جھولی
گوہرِ بے بہا	انمول، بہت قیمتی موتی	موجِ طوفان	طوفان کی لہریں
معصیت	گناہ، نافرمانی	آہ	حرفِ تاسف، افسوس
رخ	چہرہ، سمت	عہد	وعدہ

اشعار کی تشریح

شعر نمبر1:

تیری ہی ذات اول و آخر تو ہی قائم تو ہی قدیم
تجھ سے وابستہ ہر تمنا ہے تیرا ہی آسرا ہے رب کریم

حوالہ شعر:

نظم کا عنوان: پیامِ لطیف
شاعر کا نام: شاہ عبد اللطیف بھٹائی
ماخذ: رسالہ شاہ عبد اللطیف

مفہوم:

اے اللہ تو اول و آخر ہے اور ہر ایک کو تجھ سے ہی توقعات وابستہ ہیں۔

تشریح:۔

شاہ عبد اللطیف بھٹائی، سندھی زبان کے سرتاج شاعر کہے جاتے ہیں۔ وہ نہ فقط سندھ کے سب سے بڑے شاعر ہیں بلکہ برصغیر کے عظیم صوفی بزرگ بھی مانے جاتے ہیں۔ آپ نے اپنی شاعری کے ذریعے اللہ اور اس کے حبیب، حضور اکرم ﷺ کے پیغام کو عام لوگوں تک پہنچایا۔ واقعہ کربلا، تاریخ، ثقافت اور رومانوی داستانوں سمیت انہوں نے امن، اتحاد اور جدوجہد کا پیغام عام کیا۔ یہی وجہ ہے کہ تین صدیوں سے ان کا کلام ایک روشن ستارے کی طرح بلندی پر جگمگا رہا ہے۔

شاہ صاحب اس شعر میں اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کو بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ اول و آخر سے مراد ہے کہ اللہ ہی سب سے پہلے ہے اور سب کے بعد بھی۔ اس کا کوئی آغاز نہیں اور کوئی اختتام نہیں۔ قائم کا مطلب ہے کہ اللہ سب چیزوں کا پابند اور ہر چیز کا دارومدار اس پر ہے۔ اس کی موجودگی ہر چیز کی بنیاد ہے اور ہر چیز اس کے ذریعے قائم ہے۔ قدیم سے مراد ہے کہ اللہ کی ذات نہ صرف ہر چیز سے پہلے ہے بلکہ اس کی اپنی ذات بھی بے ابتدا اور بے انتہا ہے۔

یہ شعر ہمیں اللہ کی ازلی اور ابدی خصوصیات سے آگاہ کرتا ہے، جو کہ سب سے پہلے اور آخری ہیں، اور جس کی موجودگی اور بقاء ہر چیز کی بنیاد ہے۔ یہ کائنات کی ہر چیز کی ابتداء اور انتہاء اللہ کی ذات سے جڑی ہوئی ہے۔ ہر خواہش اور تمنا اللہ کی ذات سے جڑی ہوئی ہے۔ یہاں وابستہ کا مطلب ہے کہ کچھ چیزیں آپس میں جڑی ہوئی ہیں، اور تمنا سے مراد انسانی خواہشات، امیدیں اور خواب ہیں۔ تمام خواہشات، خواہ یہ دنیاوی ہوں یا روحانی، ان سب کی تکمیل کی امید اللہ ہی سے وابستہ ہے۔ انسان کی ہر امید، ہر خواہش، اور ہر ارمان کی تکمیل کا واحد ذریعہ اللہ ہے۔ یہ اشارہ ہے کہ ہماری ہر خواہش کی تکمیل کا حقیقی اور مضبوط راستہ اللہ کی ذات ہی ہے۔

اللہ کی رحمت اور کرم ہے۔ اس میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ اللہ ہی ہمارا واحد سہارا ہے، اور اس کی رحمت ہی ہماری ہر مشکل کا حل ہے۔ رب کریم کے لفظوں میں اللہ کی رحمت، کرم، اور انعامات کا اظہار ہے۔ اللہ کی ذات ہمارے لیے ہر مشکل میں پناہ فراہم کرتی ہے، اور اس کی شفقت ہمیں ہر قسم کی پریشانیوں سے نجات دلانے میں مددگار ثابت ہوتی ہے۔ یہ اشعار اللہ تعالیٰ کی ایسی خصوصیات کو اجاگر کرتے ہیں جو اسے ہر چیز سے ممتاز بناتی ہیں۔ اللہ کی ذات "اول" یعنی سب سے پہلی ہے اور "آخر" یعنی سب سے آخری ہے۔ اس کا کوئی آغاز نہیں، کوئی اختتام نہیں؛ یہ زمان و مکان کی حدود سے آزاد ہے۔

دراصل شاہ عبد الطیف بھٹائی نے اللہ تعالیٰ کی ازلی، ابدی، اور بے شریکت ذات کی شان کو بیان کیا ہے، اور اس بات کا اشارہ دیتے ہیں کہ ہر خواہش، امید، اور تمنا اللہ کی ذات سے وابستہ ہے۔ اللہ ہی ہمارے تمام مسائل کا حل ہے، اور اس کی رحمت اور پناہ ہماری زندگی کے ہر پہلو میں ہماری مدد کرتی ہے۔ یہ اشعار ہمیں اللہ کی ذات کی حقیقت، اس کی رحمت، اور اس کے ساتھ تعلق کی اہمیت کو سمجھنے میں مدد دیتے ہیں۔

تیری ذات خالقِ دو جہاں، چلے حکم تیرا یہاں وہاں
تیری ہر زبان میں گفتگو، تیری شان جَلَّ جلالہ

شعر نمبر2:

کم ہیں جتنی کریں تیری توصیف تو ہی اعلیٰ اور تو ہی علیم،
والی شش جہات واحد ذات رازقِ کائنات ربِ رحیم

حوالہ شعر:

نظم کا عنوان: پیام لطیف

شاعر کا نام: شاہ عبد اللطیف بھٹائی

ماخذ: رسالہ شاہ عبد اللطیف

مفہوم:

انسان کی جانب سے اللہ کی تعریف اور توصیف کبھی بھی مکمل نہیں ہو سکتی۔ اللہ کی صفات اور اس کی عظمت کو بیان کرنے میں ناکام رہتے ہیں۔ اللہ ہر سمت، ہر جہت، اور ہر کائناتی سطح پر اپنی حکمت اور قدرت کو نافذ کرتا ہے۔

تشریح:۔

شاہ عبد اللطیف بھٹائی، سندھی زبان کے سرتاج شاعر کہے جاتے ہیں۔ وہ نہ فقط سندھ کے سب سے بڑے شاعر ہیں بلکہ برصغیر کے عظیم صوفی بزرگ بھی مانے جاتے ہیں۔ آپ نے اپنی شاعری کے ذریعے اللہ اور اس کے حبیب، حضور اکرم ﷺ کے پیغام کو عام لوگوں تک پہنچایا۔ واقعہ کربلا، تاریخ ثقافت اور رومانوی داستانوں سمیت انہوں نے امن، اتحاد اور جدوجہد کا پیغام عام کیا۔ یہی وجہ ہے کہ تین صدیوں سے ان کا کلام ایک روشن ستارے کی طرح بلندی پر جگمگا رہا ہے۔

شاہ عبد اللطیف صاحب اس شعر میں اللہ تعالیٰ کی حکمت و تدبیر بیان کر رہے ہیں۔ اللہ کی تعریف کرنے کی کوششیں کبھی بھی مکمل نہیں ہو سکتیں کیونکہ اللہ کی عظمت، صفات، اور اس کی قدرت کی وسعتیں انسانی عقل اور زبان کی پہنچ سے باہر ہیں۔ اللہ کی ذات کی تعریف کے لیے ہم جتنے بھی الفاظ استعمال کریں، وہ اس کی حقیقت کو پوری طرح بیان کرنے میں قاصر رہیں گے۔ اللہ کی صفات اور عظمت کو بیان کرنے میں ہماری زبان اور عقل کی حدود ہیں۔ ہماری تعریفیں اور توصیفیں اللہ کی حقیقت کا مکمل عکس نہیں ہو سکتیں کیونکہ اللہ کی عظمت اور اس کی صفات کی وسعتیں ہماری تفہیم سے باہر ہیں۔ ہم جتنے بھی الفاظ استعمال کریں، اللہ کی صفات کی حقیقی تعریف کرنے کے لئے وہ کبھی بھی مکمل نہیں ہو سکتی۔ اللہ کی تعریف کے لئے ہماری کوششیں ہمیشہ محدود رہیں گی، کیونکہ اللہ کی حقیقت ہر چیز سے بالاتر ہے۔

اللہ کی صفات اعلیٰ اور علیم اس کی سب سے بڑی خصوصیات ہیں۔ اللہ کی ذات سب سے اعلیٰ ہے، کوئی بھی چیز یا مقام اس کی شان کے قریب نہیں آ سکتا۔ اس کی علم کی وسعت ہر چیز کو محیط ہے، اور وہ سب کچھ جانتا ہے، ہر عمل اور ہر خیال سے باخبر ہے۔ یہ صفات ہمیں بتاتی ہیں کہ اللہ کا علم اور اس کی شان ہر چیز سے بلند اور وسیع ہے، اور ہماری تفہیم اور تعریف کی حدود سے باہر ہے۔ وہ ہر کائناتی نظام میں اپنے علم اور قدرت کے ساتھ حاکم ہے۔ اس کا مطلب ہے کہ اللہ کی قیادت اور شمولیت کی کوئی حدود نہیں ہیں، اور وہ ہر سمت، ہر جہت، اور ہر کائناتی سطح پر موجود ہے۔ واحد ذات کا مطلب ہے کہ اللہ کی ذات اکیلی اور منفرد ہے، اس کا کوئی شریک نہیں ہے۔ اللہ سب سے اکیلا اور بے نظیر ہے، اور اس کی ذات کی کوئی مماثلت نہیں ہے۔ اللہ کی واحدیت اور انفرادیت کے ساتھ کوئی بھی چیز ہم پلہ نہیں ہو سکتی، اور اس کی ذات ہر چیز سے الگ اور سب سے بڑی ہے۔ اللہ کی ذات رازقِ کائنات ہے، یعنی وہ ہر چیز کو رزق فراہم کرتا ہے۔ اس کا مطلب ہے کہ اللہ ہر مخلوق کو اس کی ضرورت کے مطابق رزق عطا کرتا ہے، اور کوئی بھی چیز اس کے حکم کے بغیر رزق حاصل نہیں کر سکتی۔ اسی طرح، اللہ ربِ رحیم ہے، یعنی وہ بے حد مہربان اور شفقت والا ہے۔ اس کی رحمت اور کرم ہر چیز پر محیط ہے، اور وہ ہر مخلوق پر اپنی شفقت نچھاور کرتا ہے۔

تو کسی جا نہیں اور ہر جا ہے تو
تو منزہ مکاں سے مبرہ زسو
علم و قدرت سے ہر جا ہے تو کو بکو
تیرے جلوے ہیں ہر ہر جگہ اے عفو

اس شعر میں شاہ عبد الطیف بھٹائی اللہ کی عظمت، علم، قیادت، واحدیت، اور رحمت کو بیان کرتے ہیں۔ یہ ہمیں بتاتے ہیں کہ اللہ کی تعریف اور توصیف کی کوئی حد نہیں ہے کیونکہ اللہ کی صفات اور حقیقت ہماری تفہیم سے باہر ہیں۔ اللہ کی ذات سب سے اعلیٰ، سب سے علم والا، اور سب سے مہربان ہے، اور وہ پوری کائنات کا رازق اور حاکم ہے۔ اس کی رحمت اور شفقت ہر چیز پر محیط ہے، اور وہ ہر سمت، ہر جہت، اور ہر کائناتی سطح پر موجود ہے۔

شعر نمبر3:

کامل ایمان کے ساتھ جس نے مانا، دل سے مانا زبان سے مانا

جس کی خاطر بنی ہے یہ دنیا، اس محمد کا مرتبہ جانا

حوالہ شعر:

نظم کا عنوان: پیام لطیف

شاعر کا نام: شاہ عبد اللطیفبھٹائی

ماخذ: رسالہ شاہ عبد اللطیف

مفہوم:

جس نے اللہ کو ایک مان لیا اور اسکے پیارے حبیب حضرت محمد ﷺ کو آخری نبی اور رسول تسلیم کر لیا وہ کامل ایمان والا ہے۔

تشریح:۔

شاہ عبد اللطیف بھٹائی، سندھی زبان کے سرتاج شاعر کہے جاتے ہیں۔ وہ نہ فقط سندھ کے سب سے بڑے شاعر ہیں بلکہ برصغیر کے عظیم صوفی بزرگ بھی مانے جاتے ہیں۔ آپ نے اپنی شاعری کے ذریعے اللہ اور اس کے حبیب، حضور اکرم ﷺ کے پیغام کو عام لوگوں تک پہنچایا۔ واقعہ کربلا، تاریخ ثقافت اور رومانوی داستانوں سمیت انہوں نے امن، اتحاد اور جدوجہد کا پیغام عام کیا۔ یہی وجہ ہے کہ تین صدیوں سے ان کا کلام ایک روشن ستارے کی طرح بلندی پر جگمگا رہا ہے۔

یہ اشعار پیغمبر محمد صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی عظمت اور ان کے مقام کی اہمیت کو بیان کرتے ہیں۔ اشعار میں اس بات کو اجاگر کیا گیا ہے کہ پوری کائنات کی تخلیق کا مقصد پیغمبر صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی آمد اور ان کے پیغام کو دنیا تک پہنچانا ہے۔ اس کا مقصد پیغمبر صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی شان اور مرتبے کو تسلیم کرنا اور سمجھنا ہے۔ پوری کائنات کی تخلیق پیغمبر صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی عظمت اور ان کی بعثت کے لیے ہے۔ یہ ایک گہرے فلسفیانہ نقطہ نظر کو بیان کرتا ہے کہ اللہ نے دنیا کو اس مقصد کے لیے تخلیق کیا کہ پیغمبر محمد صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی آمد اور ان کے پیغام کے ذریعے لوگوں کو ہدایت دی جائے۔ پیغمبر صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی بعثت اور ان کی تعلیمات کی اہمیت اتنی زیادہ ہے کہ پوری دنیا کی تخلیق ان کی شان کو ظاہر کرنے کے لیے ہے۔ پیغمبر محمد صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے مقام اور شان کو تسلیم کرنے پر زور دیا گیا ہے۔ ان کا مرتبہ اور مقام نہ صرف اس دنیا میں بلکہ آخرت میں بھی بہت بڑا ہے۔ پیغمبر صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی شان، ان کی اخلاقی و روحانی برتری، اور ان کے پیغام کی حقانیت کو پہچاننا اور تسلیم کرنا ایک مومن کی فطری ذمہ داری ہے۔ پیغمبر صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کا مرتبہ جاننا اور سمجھنا ایمان کی حقیقت کی طرف ایک قدم ہے۔ یہ نہ صرف پیغمبر صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے مقام کی عزت و احترام کو ظاہر کرتا ہے بلکہ ان کی تعلیمات کے مطابق زندگی گزارنے کی ترغیب بھی دیتا ہے۔

پیغمبر محمد صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی بعثت کا مقصد دنیا کی تخلیق سے بڑا ہے۔ پوری کائنات کی تخلیق کا مقصد پیغمبر صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی آمد اور ان کے پیغام کو دنیا بھر میں پہنچانا ہے۔ یہ نظریہ اسلامی فلسفے اور ایمان کی بنیادوں میں شامل ہے، جس کے مطابق اللہ نے دنیا کی تخلیق انسانوں کو ہدایت دینے، عدل و انصاف قائم کرنے، اور پیغمبر صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی تعلیمات کو اپنانے کے لیے کی۔ پیغمبر محمد صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی عظمت اور مقام کو سمجھنا اور تسلیم کرنا ایمان کی اصل حقیقت ہے۔ پیغمبر صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی بعثت کے ذریعے اللہ نے انسانیت کو ایک مکمل اور جامع ہدایت فراہم کی ہے۔ پیغمبر محمد صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے مرتبے کو تسلیم کرنا ایک مومن کی بنیادی ذمہ داری ہے۔ ان کے مقام اور شان کی پہچان کے بغیر ایمان کی تکمیل ممکن نہیں۔ پیغمبر صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کا مرتبہ جاننے کا مطلب ہے کہ ہم ان کے پیغام، ان کی تعلیمات، اور ان کے اصولوں کو اپنے زندگی میں عملی طور پر نافذ کریں۔ احمد رضا خان بریلوی نے کچھ یوں بیان کیا ہے:

وہ جو نہ تھے تو کچھ نہ تھا وہ جو نہ ہو تو کچھ نہ ہو

جان ہیں وہ جہاں کی جان ہے تو جہاں ہے

شعر نمبر4:

فوقیت اس کو دوسروں پے ملی، اپنی ہستی کو اس نے پہچانا
جس نے اس قادرِ حقیقی کو وحدہ لاشریک گردانا

حوالہ شعر:

نظم کا عنوان: پیامِ لطیف

شاعر کا نام: شاہ عبد اللطیف بھٹائی

ماخذ: رسالہ شاہ عبد اللطیف

مفہوم:

وہ شخص جو کہ اپنی ذات کو پہچان جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ کو قادرِ حقیقی تسلیم کر لیتا ہے وہ دوسروں سے نمایاں ہو جاتا ہے۔

تشریح:۔

شاہ عبد اللطیف بھٹائی، سندھی زبان کے سرتاج شاعر کہے جاتے ہیں۔ وہ نہ فقط سندھ کے سب سے بڑے شاعر ہیں بلکہ برصغیر کے عظیم صوفی بزرگ بھی مانے جاتے ہیں۔ آپ نے اپنی شاعری کے ذریعے اللہ اور اس کے حبیب، حضور اکرم ﷺ کے پیغام کو عام لوگوں تک پہنچایا۔ واقعہ کربلا، تاریخ ثقافت اور رومانوی داستانوں سمیت انہوں نے امن، اتحاد اور جدوجہد کا پیغام عام کیا۔ یہی وجہ ہے کہ تین صدیوں سے ان کا کلام ایک روشن ستارے کی طرح بلندی پر جگمگا رہا ہے۔

شاہ عبد الطیف بھٹائی صاحب اس شعر میں اپنی ذات کو پہچاننے اور اللہ تعالیٰ کو قادرِ حقیقی تسلیم کرنے کا درس دے رہے ہیں اور کہتے ہیں کہ فرد نے اپنی خصوصیات اور صلاحیتوں کو پہچان کر، ان کی بنیاد پر دوسروں کے مقابلے میں ایک بلند مقام حاصل کیا۔ یہ برتری صرف مادی یا ظاہری نہیں بلکہ اخلاقی، روحانی، اور ذاتی ترقی میں بھی ہو سکتی ہے۔ فرد نے اپنے حقیقی وجود، اپنی صلاحیتوں، اور اپنی مکمل حقیقت کو سمجھا۔ یہ خود شناسی فرد کے اندرونی علم اور بصیرت کو ظاہر کرتی ہے۔ اس خود شناسی نے فرد کو دوسروں کے مقابلے میں برتری حاصل کرنے میں مدد دی۔ خود شناسی ایک بہت اہم عمل ہے جس کے ذریعے فرد اپنی مکمل حقیقت اور اپنے وجود کی حقیقت کو سمجھتا ہے۔ یہ فرد کی روحانیت، اخلاق، اور ذاتی ترقی کے لیے ضروری ہے۔ جب فرد اپنی ہستی کو پہچانتا ہے۔ خود شناسی کی مدد سے فرد اپنے اندر کی خامیوں کو سمجھ کر ان پر قابو پا سکتا ہے اور اپنی خوبیوں کو بہتر بنا سکتا ہے۔ اس طرح کی خود شناسی فرد کو دوسروں کے مقابلے میں برتری حاصل کرنے میں مدد دیتی ہے۔ جیسا کہ امام یحییٰ بن معاذ رازی کا قول ہے:

ترجمہ: جس نے اپنے نفس کو پہچان لیا، اُس نے اپنے رب کو پہچان لیا

اللہ تعالیٰ کی قدرت کا تصدیق کرنا اس بات کو سمجھنے کی طرف اشارہ ہے کہ اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔ اس کی قدرت کا کوئی حدود نہیں، اور وہ ہر حالت اور صورت حال پر قابو رکھتا ہے۔ اللہ کی قدرت ہر چیز میں ظاہر ہوتی ہے، چاہے وہ فطرت کی طاقت ہو یا انسانوں کی تقدیر۔ حقیقی لفظ کا استعمال اس بات کو ظاہر کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی قدرت اصل اور سچائی پر مبنی ہے۔ یہ تصدیق کرنے کا مطلب ہے کہ ہم اللہ کی حقیقی قدرت اور اس کے بے نظیر ہونے کو پہچانیں اور اس پر ایمان لائیں۔ اللہ کا لاشریک ہونا اس بات کو ظاہر کرتا ہے کہ اللہ کی ذات میں کوئی بھی دوسرا نہیں ہے جو اس کے ساتھ شریک ہو۔ یہ تصور توحید کی اصل حقیقت کو بیان کرتا ہے، اور اس پر ایمان رکھنا اسلامی عقیدے کا اہم حصہ ہے۔ توحید کی بنیاد پر ایمان رکھنے کا مطلب ہے کہ ہم اللہ کو اس کے تمام صفات میں اکیلا تسلیم کریں اور اس کی ذات میں کسی کو بھی شریک نہ مانیں۔ علامہ محمد اقبال نے اس مضمون یوں بھی بیان کیا ہے کہ:

خودی کو کر بلند اتنا کہ ہر تقدیر سے پہلے
خدا بندے سے خود پوچھے بتا تیری رضا کیا ہے

شعر نمبر5:

سنگریزوں سے بھر لیا دامن گوہرِ بے بہا کو چھوڑ دیا
موجِ طوفانِ معصیت نے آہ! میری کشتی کے رخ کو موڑ دیا

نظم کا عنوان: پیام لطیف

شاعر کا نام: شاہ عبد اللطیف بھٹائی

ماخذ: رسالہ شاہ عبد اللطیف

مفہوم:

اپنی غفلت اور کوتاہی کی بدولت دنیا کی قیمتی متاع کو ضائع کر کے گناہوں سے دامن آلودہ کر لیا ہے۔ گناہوں اور گمراہی کے طوفان سے میری زندگی کی کشتی گھری ہوئی ہے۔

تشریح:

شاہ عبد اللطیف بھٹائی کا شمار عظیم سندھی صوفی شعرا میں ہوتا ہے۔ انہوں نے اپنے کردار، گفتار اور حسنِ عمل کی بدولت سرزمین سندھ کو فکری و روحانی تربیت اور مرکزِ فیوض و برکات بنانے میں اہم کردار ادا کیا۔ ان کی شاعری کو اردو میں ترجمہ کرنے کا سہرا شیخ ایاز کے سر جاتا ہے جنھوں نے طبع زاد ترجمہ کر کے عبد اللطیف بھٹائی کے پیغام کو عام کرنے میں ہم کردار ادا کیا۔ چونکہ شاہ عبد اللطیف بھٹائی ایک صوفی شاعر تھے، تو صوفیا کے پیش نظر ہر وقت رضائے الٰہی رہتا ہے۔ انسان کا دنیا میں آنے کا مقصد اللہ تعالی کی عبادت، دنیا سے بے رغبتی ہے۔ لیکن انسان اس دنیا کی آسائشوں میں پڑ کر اپنے رب کو اور مقصدِ حیات کو بھول جاتا ہے۔ بلکہ گمراہی میں پڑ کر شیطان کی پیروی اختیار کر لیتا ہے۔ شاہ عبد اللطیف بھٹائی صاحب اس شعر میں تشبیہی انداز اختیار کرتے ہوئے بتا رہے ہیں کہ انسان پند و نصائح کے قیمتی موتی چھوڑ کر غفلت اور گمراہی میں پڑ جاتا ہے۔ ہدایت کا راستہ ترک کر کے شیطان کی پیروی کر کے رب کو ناراض کر بیٹھتا ہے۔ حکمت و دانائی، خاموشی، حق اور راستی جیسے قیمتی ہیروں کو چھوڑ کر اپنی زندگی کو بدزبانی، جھوٹ، چغلی، مخلوق کی حق تلفی جیسے پتھروں سے بھاری بنا لیتا ہے، جو کہ نہ صرف انسان کو زندگی میں تکلیف سے دوچار رکھتی ہیں بلکہ انسان آخرت میں بھی ان معاملات کا حساب دے گا۔

عصیاں سے کبھی ہم نے کنارہ نہ کیا، پر تو نے دل آزردہ ہمارا نہ کیا
ہم نے تو جہنم کی بہت کی تدبیر، لیکن تیری رحمت نے گوارا نہ کیا

کہ انسان کو اللہ تعالیٰ نے اس دنیا میں اپنی عبادت کے لیے اور صراط مستقیم پر چلنے کے لیے بھیجا تھا۔ لیکن افسوس انسان اپنی غفلت اور گمراہی کی بدولت شیطان کے وسوسوں میں پھنس کر رہ جاتا ہے اور اس کی زندگی کی کشتی گناہوں کی وجہ سے ڈوب جاتی ہے۔ اس صورتحال میں انسان اپنے رب کی بارگاہ میں عرض کرتا ہے کہ اے مالک! تو، تو رب ارض و سمٰوات ہے، تو جاننے والا ہے کہ انسان خطا کا پتلا ہے، اور نفس شیطان کے سامنے بے بس ہے۔ جس طرح ایک جہاز بپھرے ہوئے طوفان میں پھنس کر رہ جاتا ہے لیکن موسم ٹھیک ہونے پر اس کے ڈوبنے خطرہ ٹل جاتا ہے۔ اس طرح انسان بھی گناہوں کی بدولت تباہی اور بربادی کے دہانے پہنچ کر ندامت کے آنسو بہا کر اپنے رب کو راضی کر لیتا ہے۔ اور دنیا و آخرت میں ذلیل و رسوا ہونے سے بچ جاتا ہے۔

کب گناہوں سے کنارہ میں کروں گا یارب
نیک کب اے میرے اللہ! میں بنوں گا یارب

شعر نمبر 6:

ہائے وہ عہد جس کو اے مالک!
اپنی غفلت سے میں نے توڑ دیا

نظم کا عنوان: پیام لطیف

شاعر کا نام: شاہ عبد اللطیف بھٹائی

ماخذ: رسالہ شاہ عبد اللطیف

مفہوم:

بہت شرمندہ ہوں کہ اللہ تعالی سے کیا ہوا وعدہ توڑ کر میں غفلت میں پڑ گیا۔

تشریح:

شاہ عبد اللطیف بھٹائی کا شمار عظیم سندھی صوفی شعرا میں ہوتا ہے۔ انہوں نے اپنے کردار، گفتار اور حسنِ عمل کی بدولت سرزمین سندھ کو فکری و روحانی تربیت اور مرکزِ فیوض و برکات بنانے میں اہم کردار ادا کیا۔ ان کی شاعری کو اردو میں ترجمہ کرنے کا سہرا شیخ ایاز کے سر جاتا ہے جنہوں نے طبع زاد ترجمہ کر کے عبد اللطیف بھٹائی کے پیغام کو عام کرنے میں ہم کردار ادا کیا۔ چونکہ صوفیا ہمہ وقت اللہ تعالی سے کیے ہوئے وعدے کو نہیں بھولتے جو اس نے تمام ارواح سے لیا تھا، کہ

الست بربکم۔ "کیا میں تمہارا رب ہوں"

تو ارواح نے جواب دیا۔ قالوبلیٰ "جی ہاں تو ہی ہمارا رب ہے" اسی طرح اس کی عبادت کا عہد، گناہ نہ کرنے کا عہد، صراط مستقیم پہ چلنے کا عہد، حقوق العباد کو پورا کرنے کا عہد، رب کائنات نے انسانوں کی دنیا میں اپنی عبادت کے لیے بھیجا لیکن انسان اتنا غافل ہے کہ وہ ان وعدوں سے غافل ہو چکا ہے۔ اس دنیا کی رنگینیوں میں پڑ کر نہ صرف عبادت سے بے خبر رہتا ہے، بلکہ دنیا کی محبت میں گمراہی کا شکار ہو چکا ہے اور دنیا کے حقیر مال کے لیے رب کو ناراض کر بیٹھتا ہے۔ علامہ اقبال نے بھی اسی مضمون کو یوں بیان کیا ہے۔

کیا ہے تو نے متاعِ غرور کا سودا
فریبِ سود وزیاں لا الہ الا اللہ

لیکن انسان کو اس گناہ کا احساس تب ہوتا ہے جب اس کی واپسی کا سفر شروع ہونے کے قریب ہو۔ ورنہ رب کائنات نے تو آخری سانس تک توبہ کا دروازہ کھولا ہے۔ اس شعر میں شاہ عبد اللطیف بھٹائی بھی اسی بات کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہہ رہے ہیں کہ ابھی بھی وقت ہے اس کی رحمت کو مد نظر رکھ کر توبہ کر لو ورنہ بہت پچھتاوا ہے۔

ہر خطا پہ شرمسار ہوں میں
اے خدایا! گنہگار ہوں میں

نظم کا مرکزی خیال

نظم کا عنوان: پیام لطیف

شاعر کا نام: شاہ عبد اللطیف بھٹائی

شاہ عبد اللطیف بھٹائی بیان فرماتے ہیں کہ اے خالق ارض و سما تو ہی اس کائنات کا مالک ہے۔ جو تجھے اور تیرے پیارے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مرتبہ پہچان گیا اور ایمان لے آیا با مراد ہو گیا۔ ورنہ شیطان مردود کی پیروی کر کے ناکام و نامراد ہو گا۔

نظم کا خلاصہ:

نظم کا عنوان: پیام لطیف

شاعر کا نام: شاہ عبد اللطیف بھٹائی

خلاصہ:

شاہ عبد اللطیف بھٹائی بیان فرماتے ہیں کہ یارب کائنات تیری ذات اول و آخر اور قائم و قدیم ہے۔ سب تجھ سے ہی رجوع کرتے ہیں۔ تیری تعریف جتنی بھی کی جائے کم ہے۔ تو سب کچھ جاننے والا اور ہر شے پہ محیط ہے۔ اس کائنات کا رازق بھی تو ہی ہے۔ کامل ایمان کے ساتھ جس نے اللہ کے پیارے حبیب صلی اللہ تعالی علیہ والہ صحابہ وسلم کے مقام و مرتبہ کو پہچان لیا اور اللہ تعالی کو وحدہٗ لاشریک مان لیا وہ دوسروں سے سرفراز ہو گیا۔ انسان اپنی غفلت کی بدولت اس عہد کو توڑ لیتا ہے، جو اس نے رب سے کیا تھا۔ توحید و رسالت کے درس کو چھوڑ کر کفر و گمراہی میں پڑھ کر اپنی دنیا آخرت کو انسان برباد کر لیتا ہے۔

مشقی سوالات

سوال نمبر2: نظم پیامِ لطیف کے متن کے مطابق مصرعے مکمل کریں۔

جواب:

مکمل مصرعے

(الف) تیری ہی ذات اول و آخر

(ب) رازقِ کائنات رب رحیم

(ج) تیرا ہی آسرا ہے رب کریم

(د) ایمان کامل کے ساتھ جس نے بھی

(ہ) جس نے اس قادر حقیقی کو

سوال نمبر2: نظم پیامِ لطیف کے متن کو مد نظر رکھتے ہوئے سوالوں کے جواب لکھیں۔

(الف) شاعر نے کس کا آسرا ڈھونڈا ہے؟

جواب: **رب کریم**

شاعر نے رب کریم کا آسرا ڈھونڈا ہے جس سے ہر تمنا وابستہ ہے۔

(ب) شاعر کے نزدیک دوسروں پر فوقیت کس کو ملتی ہے؟

جواب: **فوقیت کی وجہ**

شاعر کے نزدیک اس کو دوسروں پر فوقیت ملتی ہے جو کہ اللہ تعالی کے وحدہ لا شریک ہونے پر ایمان لے آئے، رسول پاک صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کی رسالت کا مرتبہ پہچان لے، اور اپنی ہستی کو جان لے تو ایسا شخص دنیا میں ممتاز ہو جاتا ہے۔

(ج) شاعر نے "تو ہی اعلی ہے اور تو ہی علیم" کسے کہا ہے؟

جواب: **ربِ کائنات**

شاعر نے "تو ہی اعلیٰ اور تو ہی علیم "رازقِ کائنات اور رب رحیم کو کہا ہے۔ جس کی جتنی تعریف کی جائے کم ہے اور وہ والیٔ شش جہات ہے اور واحد و یکتا ہے۔

(د) "شش جہات" سے کون کون سی جہت مراد ہے؟

جواب: **شش جہات**

ویسے تو جہات چار ہی ہیں۔ دائیں، بائیں، آگے، پیچھے، جسے عرفِ عام میں؛ مشرق، مغرب، شمال، جنوب بھی کہا جاتا ہے۔ لیکن صوفیا اوپر، نیچے کو بھی جہات میں شمار کرتے ہیں۔ اس سے مراد ویسے ہوتا ہے کل عالم، تمام دنیا۔

(ہ) شاعر نے گوہر بے بہا کو چھوڑ کر کس چیز سے اپنا دامن بھر لیا ہے؟

جواب: **سنگ ریزوں سے**

شاعر نے گوہر بے بہا کو چھوڑ کر سنگریزوں سے اپنا دامن بھر لیا ہے۔ اس سے مراد یہ ہے کہ ہدایت اور راستی کے راستے کو چھوڑ کر گمراہی اور جہالت کو اختیار کر لیا ہے۔

(و) شاعر کی کشتی کو رخ کو کس چیز نے موڑ دیا ہے؟

جواب: **طوفان معصیت**

شاعر کی کشتی کے رخ کو موج طوفانِ معصیت نے موڑ دیا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ حق اور راستی کا راستہ چھوڑ کر انسان گمراہی اور جہالت اختیار کر لیتا ہے۔

سوال نمبر:3 کالم (الف) کو کالم (ب) سے کے ساتھ اس طرح ملائیں کہ نظم "پیام لطیف" کے مصرعے مکمل ہو جائیں۔

جواب :

کالم الف	کالم ب
تو ہی آسرا ہے	ربِ کریم
تو ہی اعلیٰ ہے	اور تو ہی علیم
فوقیت اس کو	دوسروں پہ ملی
رازقِ کائنات	ربِ رحیم
سنگریزوں سے	بھر لیا دامن
اپنی غفلت سے	میں نے توڑ دیا

سوال نمبر 3: درج ذیل الفاظ کو اپنے جملوں میں اس طرح استعمال کریں کہ ان کی تذکیر و تانیث واضح ہو جائے۔

آسرا، تمنا، توصیف، رازق، دنیا، کشتی، عہد، موج

جواب:

الفاظ کا جملوں میں استعمال

الفاظ	جملے
آسرا	اللہ ہی کی ذات سب سے بڑا آسرا ہے۔
تمنا	یہ تمنا ہی رہی کہ میں ہدایت پا جاؤں۔
توصیف	اللہ کی تعریف و توصیف سب سے برتر ہے
رازق	اللہ ہی اس تمام مخلوقات کا رازق ہے۔
دنیا	یہ دنیا دھوکے اور لالچ کا سامان ہے۔
کشتی	ملاح نے کشتی کو کنارے جالگایا۔
عہد	ہمیں اللہ تعالی سے کیا ہوا عہد نہیں بھولنا چاہیے۔
موج	تیز و تند موج کی وجہ سے کشتی الٹ گئی۔

سوال نمبر 5: درج ذیل اشعار میں نشاندہی کریں کہ صنعت تلمیح، صنعت تکرار یا صنعت تضاد میں سے کون سی صنعت استعمال ہوئی ہے۔

جواب:

صنعت کی نشاندھی

میری قدر کر اے زمین سخن
تجھے بات میں آسماں کر دیا

نشاندھی:

اس شعر میں صنعت تضاد استعمال ہوئی ہے۔ جب کوئی شاعر اپنے شعر میں دو ایسے الفاظ استعمال کرے جو ایک دوسرے کے متضاد ہوں، تو اس شعر اس کو صنعت تضاد کہتے ہیں۔ اس شعر میں زمین اور آسمان چونکہ متضاد الفاظ ہیں اس لیے ہم اسے صنعت تضاد کا شعر کہیں گے۔

کیا ضرور ہے سب کو ملے ایک سا جواب
آؤ نہ ہم بھی سیر کریں کوہِ طور کی

نشاندھی:

اس شعر میں شاعر نے کوہِ طور کی ترکیب استعمال کی ہے۔ اور "کوہِ طور" ایک اہم تلمیح ہے۔ ادب کی اصطلاح میں کلام میں کسی مشہور قصے، واقعے، شخصیت، جگہ داستان یا روایت کی طرف اشارہ کیا جائے، تو اسے تلمیح کہتے ہیں اور اس شعر میں کوہ طور کی جو جگہ استعمال ہوئی ہے اس کی نسبت جناب موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ ہے جب وہ اس مقام پر اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں ہم کلام ہوئے تھے۔

دہن پر ہیں ان کے گماں کیسے کیسے
کلام آتے ہیں درمیاں کیسے کیسے

نشاندھی:

جب شاعر اپنے شعر میں ایک لفظ کو دو بار یا دو سے زیادہ بار دہرائیں، تو اسے صنعت تکرار کہتے ہیں۔ وضاحت طلب شعر میں شاعر نے "کیسے کیسے" الفاظ استعمال کیے ہیں تو یہ صنعت تکرار کی علامت ہے۔

کثیر الانتخابی سوالات

درست جواب کی نشان دہی کریں۔

.59 **شامل صاحب نظم پیامِ لطیف کے مترجم ہیں۔**
(A) شیخ ایاز (B) امر جلیل (C) جمیل الدین عالی (D) عبد اللطیف

.60 **شاہ عبد اللطیف بھٹائی معروف صوفی شاعر ہیں۔**
(A) پنجابی زبان کے (B) پشتو زبان کے (C) فارسی زبان کے (D) سندھی زبان کی

.61 **شیخ ایاز نے شکار پور سے ایک ادبی رسالہ جاری کیا۔**
(A) ساہوکار (B) سندھی رنگ (C) آگی قدم (D) ثقافت

.62 **شیخ ایاز کی ادبی خدمات کی بدولت حکومت پاکستان سے انھیں اعزاز ملا۔**
(A) ہلال پاکستان (B) ہلال امتیاز (C) آدم جی ایوارڈ (D) اقبال ایوارڈ

.63 **شاہ عبد اللطیف بھٹائی کے شعری مجموعے کا نام ہے۔**
(A) شاہ جو رسالو (B) کلام لطیف (C) پیامِ لطیف (D) مہر و محبت

.64 **اللہ رب العزت کی ذات سے قائم اور۔۔۔۔۔۔**
(A) اول (B) آخر (C) قدیم (D) جلیل

.65 **اہل ایمان کی تمنا وابستہ ہے۔**
(A) اسباب سے (B) دولت سے (C) نعمت سے (D) تجھ سے

.66 **اللہ تعالیٰ کی جتنی بھی توصیف کی جائے وہ ہے۔**
(A) بہترین (B) کم (C) ناقص (D) عاجز

.67 **وہ واحد ذات والی ہے**
(A) چہار جہات (B) شش جہات (C) پنج جہات (D) کل جہات

.68 **یہ دنیا بنی ہے اس ہستی کی خاطر۔۔۔۔۔۔**
(A) حضرت ابراہیم علیہ السلام (B) حضرت موسیٰ علیہ السلام
(C) حضرت عیسیٰ علیہ السلام (D) حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم

.69 دنیا میں وہی ممتاز ہوتا ہے جو۔۔۔۔۔

(A) اپنی ہستی کو پہچانتا ہے (B) بے پرواہ ہونے والا (C) گمراہ (D) منکسر المزاج

.70 قادر حقیقی کی ذات ہے۔

(A) بے نظیر (B) بے نیاز (C) وحدہ لاشریک (D) واحد و یکتا

.71 گوہر بے بہا کو چھوڑ کر دامن بھر لیا۔

(A) پتھروں سے (B) سنگریزوں سے (C) مٹی سے (D) کیچڑ سے

.72 موج طوفان معصیت نے رخ کو موڑ دیا۔

(A) بیڑے کے (B) جہاز کے (C) لنگر کے (D) میری کشتی کے

.73 ہم نے اپنی غفلت سے توڑ دیا۔۔۔

(A) اقرار کو (B) عہد کو* (C) وعدے کو (D) نسبت کو

.74 صنعت تلمیح کے لغوی معنی ہیں۔

(A) مانند (B) انوکھا (C) اشارہ کرنا (D) دہرانا

.75 کسی مشہور قصے، واقعے، شخصیت، جگہ یا روایت کی طرف اشارہ کرنے کو کہتے ہیں۔

(A) تکرار (B) تشبیہ (C) استعارہ (D) تلمیح

.76 شاعر جب اشعار میں ایک لفظ کو دو بار یا دو سے زیادہ بار دہرائے تو وہ صنعت کہلائے گی۔

(A) کنایہ (B) تضاد (C) تلمیح (D) تکرار

.77 اگر کلام میں دو ایسے الفاظ استعمال کیے جائیں جو ایک دوسرے کے متضاد یا الٹ ہوں تو علم بدیع کی اصطلاح میں وہ کہلائے گا۔

(A) صنعت تلمیح (B) صنعت تضاد (C) صنعت تکرار (D) استعارہ

کثیر الانتخابی سوالات کے جوابات

1	A	2	D	3	C	4	B	5	A	6	C	7	D	8	B	9	B	10	D
11	A	12	C	13	B	14	D	15	B	16	C	17	D	18	D	19	B		